جناب محمد اسمٰعیل عرسانی

سندھ کا ایک قدیم دارالخلافہ
روپاماڑی

آج جس عمارت کا ذکر یہاں مقصود ہے وہ عمارت تحصیل بدین میں انتہائی دکھن کی طرف اندازاً تیس میل رن کچھ کے پاس ہے۔ روپا ماڑی کے نام سے کھنڈر کی شکل میں واقع ہے جو دیگر چھوٹے چھوٹے کھنڈرات کے درمیان آج تک نظر آتی ہے۔ کھنڈرات بتا رہے ہیں کہ کسی زمانے میں یہاں کوئی عظیم الشان شہر آباد تھا وسعت جنوب شمال کی طرف تقریباً دو میل اور مغرب سے مشرق کی طرف تقریباً ایک میل ہوگی۔

یہ تاریخی شہر دودل (سومروں) کے زمانے میں ان کے دارالخلافہ میں سے ایک تھا۔ دودا چنیسر دو مشہور بھائی خاص طور سے اس بستی کے باشندے تھے ان کی قبریں بھی یہیں ہیں دودے کی قبر تو بالکل روپا ماڑی کے قریب واقع ہے البتہ چنیسر کا مزار روپا ماڑی سے ایک میل جنوب کی طرف واقع ہے دونوں مزاروں کے درمیان جو میدان پڑا ہے اس میں چھوٹے چھوٹے کھنڈر ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ میدان ایک شہر تھا۔ دودے اور چنیسر کو جدا جدا لقبوں سے پکارا جاتا ہے۔ دودے کو شہید لال اور چنیسر کو شاہ حسینی کہا جاتا ہے۔

دودے کے مقبرہ پر ہر سال دو اجتماع ہوتے ہیں۔ ایک پر خاص سومرا قوم کے آدمی ہر سال فصلی ماہ چیت کی ۱۳ تاریخ کو جمع ہوتے ہیں اور دوسرا اجتماع پر عام آدمیوں کا میلہ لگتا ہے جو پوہ مہینے کے پہلے اتوار کو ہوتا ہے اس میلہ پر کتنے ہی آدمی اپنے بچوں کے بال

کٹواتے نظر آتے ہیں دوسرے کتنی ہی منتیں مانتے ہیں۔ اور لنگر جاری کر کے چڑھاوا ادا کرتے ہیں۔ مقبرے کے مجاور اور قبرستان کے متولی میر بحر قوم کے آدمی ہیں جو روپا ماڑی سے شمال مغرب کی طرف اندازاً چھ میل کے فاصلے پر شفیع محمد شاہ گوٹھ میں رہتے ہیں۔

موجودہ خلیفہ پچو فقیر ہے جو ہر سال یادگار قائم رکھتا ہے دودے کی قبر سے دریل ذرا جنوب مشرق کی طرف ایک بزرگ یوسف فقیر کا ایک شاندار مقبرہ دیکھنے میں آتا ہے ان بزرگ کو ستی جتی کہتے ہیں۔ یہ درویش ذات کا لنڈ بلوچ ٹھٹی کے ڈھیر والے لنڈ فقیروں میں سے تھے جن کا گوٹھ (گاؤں) پھلڈیوں کے قریب کھیرے تعلقہ میں آج تک موجود ہے۔ یوسف فقیر کے نزدیک پھر لنڈی کا گوٹھ ہے جس کے قریب ایک زبردست قبرستان دیکھنے میں آتا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ بستی اس وقت کتنی آباد ہوگی کنڈی کا گوٹھ بھی کسی وقت خاصا آباد تھا۔

مولانا مولوی حاجی احمد ملاح صاحب جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اس گوٹھ کے باشندے تھے جو یہیں پیدا ہوئے تھے مگر زمانے کی گردشوں کی وجہ سے اور زندگی کی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے ممدوح نے اپنا آبائی گاؤں ترک کر کے بدین شہر میں مستقل سکونت اختیار کی اس قدیم قبرستان میں جہاں اکثر انسانی ہڈیاں پڑی نظر آتی ہیں انہیں دیکھ کر مولانا موصوف متاثر ہوئے اور ایک بصیرت افروز نظم تخلیق کی جو ناظرین کرام کی دلچسپی کے لیے تحریر ہے۔ اصل نظم اٹھائیس بندوں پر میت کے سوال پر مشتمل ہے اور اتنے ہی بندوں پر اس کے جواب پر مشتمل ہے۔ مگر ہم یہاں پر مشت نمونہ از خروارے اہل ممات والے سوال نامہ کی نظم سے آٹھ بند اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

سيج ۾ ستو آهي سدا
سگهجي سچائي ماڻ ڪيئن
گادي ڏي ھو ياگدا
سگهجي سچائي ماڻ ڪيئن

صحرا میں وہ ہمیشہ کے لیے سو گیا ہے۔

اب اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے۔ چاہے
وہ تخت نشین تھا یا فقیر تھا۔ اب اسے
کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۲

هو مرد جهونو يا جوان
يا هو سهڻو ناتوان
يا پاڻ جهڙين پهلوان
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن.

وہ مرد ضعیف تھا یا جوان تھا۔ کمزور
تھا یا رو مرد گار تھا یا پھر وہ پہلوان
تھا۔ اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۳

داڻسر دسن ڌوڙ يون مٿس
سر ڌار ٿيو ڌڙ کان اٿس
سو سج انهيءَ سج ۾ لٿس
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اس پر ہمیشہ خاک برستی رہتی ہے
اس کا سر دھڑ سے الگ ہے
سینکڑوں سورج اس صحرا میں اس پر غروب ہو گئے
اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے

۴

ڌڙ دڙ ۾ آهي ڌريل
منهن وار واريءَ سان ڀريل
هڏ ماس ميڇا لاڳيريل
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اس کا دھڑ دھول میں دھنسا ہوا ہے
اور منہ میں اور بالوں میں ریت بھری
ہوئی ہے اور ہڈیاں اور مغز گل
گیا ہے اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے

۵

پلٽن مٿس پاڻي پلر
وڙڪن ويچاري تي ولر
ڪريءَ ڪٽس ڪا ڏوڪلر
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

جو بارش کا پانی آتا ہے وہ اسی پر
پلٹتا رہتا ہے اور پالری (چرواہے)
اپنے مویشیوں کو اس پر چراتے
رہتے ہیں۔ شور اس کی ہڈی ہڈی کو
کھا گیا ہے اور سارا جسم کھا لیا ہے
اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۶

صورت هئس جي سونهن پري
تہ به هو ڪنڌ هوءَ ڪوپري

کاري ڪلر ۾ ڪلڙ ٻيري
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اگرچہ اس کی شکل بڑی حسین تھی مگر اب تو ریڑھ کی ہڈی سے اس کی کھوپڑی کی ہڈی جدا پڑی ہے اور شور نے اس کی کھال تمام ختم کر دی ہے۔ اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

تو نري ... هيڊان ڪو ڏڙو
سارو جسم ...
ڪو ... ڪو ڪٽ هڏ
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

پیچھے نہ کوئی ورق رہا ہے اور نہ پانی رہا ہے تمام جسم اس کا منتشر ہو اور چور ہو گیا اور ہڈیاں بکھر گئیں۔ اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۸

احمد اڳيون ڪو نه اتي
ڏک هي ... هڏ ...
هي ... ڪنهن ...
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اے احمد اسی جگہ کھول عبرت کی آنکھیں اور اسے اپنے دل میں اچھی طرح سنبھال کے رکھو یہ حال یہاں کس کا ہوا ہے۔ اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

موجودہ وقت میں اگر کوئی سیاح ان نشانات پر پہنچے گا اور غور سے معائنہ کرے گا تو حیرت میں پڑ جائے گا کہ اس بیابان میں جس میں صرف شور اور کڑوے پانی کے سوا کچھ نہیں ہے اس میں انسان ذات نے کس طرح اپنا ڈیرہ جمایا ہوگا۔ اتنا بڑا شہر کس بنیاد پر قائم کیا ہوگا۔ جب کہ وہاں نہ پینے کا پانی میسر ہے اور نہ زمین ہی قابل کاشت ہے۔ جہاں کوئی ایک پودا بھی نہ اگ سکے۔

خداوند تعالیٰ کی شان عجیب ہے دریائے سندھ کی ایک شاخ جسے ہیڑ (ریٹ) کے نام سے پکارا جاتا ہے اس کے نشانات اب تک اس قدر نمایاں موجود ہیں کہ ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی بے دریغ کہہ سکتا ہے کہ بلاشک یہاں کسی وقت میٹھے پانی کا دریا موجزن تھا۔ درحقیقت یہ نہر چلکر لکھپت کے پاس کوڑی کھاری میں ختم ہوتی ہے نہر کے نشانات تحصیل گونی کے تانگے شاہ گوٹھ کے پاس بھی نظر آتے ہیں اور اسی طرح یہ نشانات

ملتے جاتے ہیں جو بدین شہر کے سیرانی شہر کے پاس سے گذرتے ہیں اور اس کا پیٹا بالکل روپا ماڑی کے پاس سے دکھن جنوب کی طرف چلا جاتا ہے۔ ناہگے شاہ کے آگے شمال کی طرف آبادیوں اور فصیلوں کی وجہ سے دریا کے پیٹے کا پتہ نہیں چلتا ہے شاید یہ ہو کہ نصر پور کے قریب جو دریا کا اصل پیٹا ہے وہی دریا لاڑ میں آکر رین کے نام سے موسوم ہو۔ اس زمانے کے سفر کا ذریعہ زیادہ تر دریائے سندھ ہی تھا۔ ساری تجارت کشتیوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اس لئے اکثر جو بڑے بڑے شہر جو تجارت کے مرکز تھے وہ دریا کے کنارے ہی واقع تھے اور وہ دریا کے رخ بدلنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ برباد ہوتے گئے۔ روپا ماڑی کے شمال کی طرف جایئے تو شاہ صابری" گھیٹا پیر، سیرانی، اور دوسرے کتنے ہی گاؤں اب زمین دوز ہو چکے ہیں۔ ان کے نمایاں نشان دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں گونی تعلقہ سے لیکر بدین تک فقط باجرے کی فصل ہوتی تھی اور چاول قطعی نہیں ہوتے تھے۔ چاول صرف سیرانی اور اس سے نیچے روپا ماڑی اور مشرق کی طرف دینار ٹالپر، گل محمد ٹالپر، بھڈنی اور کڈھن سمیت بویا جاتا تھا۔ مغرب کی طرف پھر جاتی، سجاول، اور ٹھٹھہ نگر تک دھان کی فصل ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جو ٹھٹھہ سے لیکر سجاول، روپا ماڑی، بھڈلی۔ کڈھن، ڈگھیہ کوٹ کو جاتی ہوئی شگریار کر تک رن کچھ والا کنارا اچھی اچھی بستیوں سے آباد تھا۔ اور معمور رہتا تھا۔ اللہ اکبر! مگر آج ان مقامات پر جہاں دو (سومرہ) ۱۰۵۱ء سے لیکر متواتر تین سو سال تک نہایت شان و شوکت دبدبہ جاہ و جلال سے حکومت کی وہاں تمام تر ویرانی تباہی، بیابان اور سناٹا ہے۔ جہاں کبھی سرسبز کھیتیاں لہلہاتی تھیں اب وہاں کالا شور اور کالا پانی نظر آتا ہے۔

آج یوسف فقیر کی تربت پر بھی ایک عالیشان گنبد نظر آرہا ہے مگر ان بادشاہوں کی قبروں پر گنبد اور عمارت تو کیا پکی مٹی بھی نہیں بلکہ شور اور مور یا کھری ہوئی چند اینٹیں وہ بھی ٹکڑوں کی شکل میں پڑی نوحہ خواں ہیں۔

پردہ داری میکند بر قصرِ قیصری عنکبوت
بوم نوبت مے زند بر گنبدِ افراسیاب

یہ بات واضح کرنا نہایت ضروری ہے کہ روپا ماڑی نام کیوں اور کس طرح پڑا۔ حقیقت یہ

ہے کہ سومرے حاکموں کا ہندو راجپوتوں سے نہایت اچھا سلوک ہوتا تھا اور ان کے تعلقات بھی آپس میں بہت گہرے تھے۔ سومروں کے لشکر میں کتنے ہی راجپوت نہ صرف سپاہی ہوتے تھے بلکہ سپہ سالار تک بھی ہوتے تھے۔ کہنے میں آتا ہے کہ دودے کے لشکر میں "ہوتو" نام کا ایک سرفروش نوجوان راجپوت سپہ سالار تھا اس نوجوان کی شادی لاڈلی روپا کنور سے ہونے والی تھی۔ ڈھول ڈھماکے بج رہے تھے۔ راجپوتنیاں شادی کی رسومات ادا کرنے میں مصروف تھیں کہ یکایک علاؤالدین سے جنگ کا اعلان ہو گیا اور لشکر کو فوری تیاری کا حکم پہنچا۔ تاریخ داں حضرات جانتے ہوں گے کہ جب چنیسر کو بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے پگڑی بندھانے کا فیصلہ کیا گیا تو چنیسر نے پگڑی باندھنے سے انکار کیا اور کہا کہ ماں سے پوچھ لوں۔ اس کے جانے کے بعد قوم کے ارادے میں تبدیلی آگئی۔ سب کہنے لگے کہ چنیسر سے فلاح نہیں ہو گی اسلئے پگڑی دودے کو باندھ دی گئی۔ چنیسر جب واپس آیا اور اس نے یہ ماجرا دیکھا تو بھائی کا جانی دشمن ہو گیا اور علاؤالدین کے پاس جا کر فریاد کی اور دودے کیخلاف علاؤالدین کو چڑھا لایا۔ جنگ کا دوسرا بگل بجتے ہی بہادر نوجوان "ہوتو" ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور شادی کی پرواہ نہیں کی۔ زرہ زیب تن کر کے میدان جنگ میں اپنی بہادری اور وفاداری کے جوہر دکھاتا ہوا کھیت رہا۔

گهوڙن ۽ گهوٽن جيئن ٿورا ڏينهڙا
ڪي ڏهن منجهه ڪوٽن ڪي ڏهن واهي رڻ جا

گھوڑے اور دولہوں کی زندگی تھوڑے عرصہ کی ہے
کبھی تو وہ اپنے محلوں میں ہیں اور کبھی جنگل میں پڑے رہے

نوخیز نازنین روپا کنور ساری زندگی اپنے بہادر شوہر کے ماتم میں سیاہ لباس پہنتی رہی اور اپنی ماڑی (دو منزلے) کی چار دیواری میں اپنی سوگوار زندگی گزارتی رہی۔ اس ماڑی کے بنیادوں کو ناپنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماڑی کی دیوار کی چوڑائی چھ فٹ ہے اس دو منزلے کو اسی وجہ سے روپا ماڑی کہا جاتا ہے افسوس آج ایسی مضبوط بنیادوں اور دیواروں والی حسین عمارت کی اینٹ اینٹ جدا ہے۔ آخر شاہ زماں نے ان حسین محلات جن میں کبھی سیمیں تن گل اندام مہ جبیں "روپا کنور" رہتی تھی پر بھی اپنا قبضہ جما لیا۔

هيڏا هوڏ ڪيئي تون ديلي کوٽ اڏاءِ
پيٽ نہ مڙندي پٽ کي اي هنئين سين لاءِ
شاه زمان سان جاءِ هرگز ڪنهنجي ناه ڪا

اے غرور والے تو غرور کر محل اور ماڑیاں بنا
لیکن دیوار دیوار سے نہیں ملے گی۔ یہ اپنے دل
میں یقین کرلے کیونکہ شاہ زماں سے کوئی بھی
جیت نہیں سکا۔

تحقیق یہ دنیا فانی ہے اور فقط ذات پاک کو بقا ہے۔

هرکه آمد به جهان اهل فنا خواهد بود
آنکه پاینده و باقیست خدا خواهد بود